زندہ اور متحرک ادب کا ترجمان

ISSN 2348-1129
UGC APPROVED JOURNAL

کتابی سلسلہ

ثالث

شمارہ 16-15

مدیر اعزازی

اقبال حسن آزاد

مدیر

ثالث آفاق صالح

● مضمون

● ڈاکٹر محمد جعفر احراری

شبلی اور عطیہ فیضی

شبلی کی شخصیت کا سب سے دلچسپ اور متنازع فیہ پہلو وہ خطوط ہیں جو عطیہ فیضی کو لکھے گئے۔ شبلی اور عطیہ فیضی کے تعلقات اور معاشقے کی داستان بڑی طویل ہے جسے کچھ ادیبوں نے بہت چٹخارے لگا کر بیان کی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شبلی رنگین مزاج تھے اور انھوں نے عطیہ کو جو کچھ بھی لکھا وہ دل کی گہرائیوں سے لکھا۔ عطیہ نے ہمیشہ شبلی کو معزز سمجھا اور احترام کی نظر سے دیکھا لیکن شبلی عطیہ کو کس نظر سے دیکھتے تھے یہ ایک خالص نفسیاتی مسئلہ ہے۔ شبلی اپنے عہد کے نامساعد حالات سے بے حد متاثر تھے، چنانچہ کسی کو اپنا درد دل سنا کر اور اس میں کسی کو شریک کرنا اگر معاشقہ ہے تو اس صورت میں سارے انسانی اقدار پامال ہوتے نظر آتے ہیں۔ ظاہری اسباب کو دیکھ کر کسی کو مورد الزام ٹھہرانا یا اس پر بد طینتی کا فتویٰ لگانا آسان کام ہے لیکن اس کی تہوں میں اتر کر بات کرنا ایک مشکل ترین کام ہے۔

شبلی کی شخصیت کا ایک رنگین پہلو "خطوطِ شبلی" مرتبہ مولوی محمد امین زبیری کی اشاعت کے بعد سامنے آتا ہے۔ اس پر مولوی عبدالحق کا مقدمہ معنی خیز ثابت ہوا۔ انھوں نے عطیہ بیگم کے نام شبلی کے خطوط کو رنگین بنا کر پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ شیخ محمد اکرام اور وحید قریشی نے اسے اور بھی زیادہ ہوا دی۔ ان لوگوں نے شبلی کے خطوط کو ضرورت سے زیادہ رومانی بنا دیا اور بین السطور کو پڑھ کر قیاس آرائیاں کیں۔ "خطوطِ شبلی" کی اشاعت کے بعد ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ اسی کے منتظر تھے۔ جو سمجھ میں آیا کہہ دیا اور اپنی مرضی کے مطابق معنی پہنانے میں بھی دریغ نہیں کیا، یہ بھی ہوش نہ رہا کہ کون سا خط کس کے نام ہے۔ ابنِ فرید نے لکھا ہے کہ "اکثر اقتباسات کو جو اصلاً زہرہ بیگم کے خطوط سے ہیں، عطیہ کی طرف منسوب کر کے زبردستی حیاتِ معاشقہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔"

عطیہ سے شبلی کی خط و کتابت کا سلسلہ 17 فروری 1908ء سے شروع ہو کر 28 مئی 1911ء کو ختم ہوا۔ شبلی عطیہ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ مسلم عورتوں میں کوئی سروجنی نائیڈو کی طرح مقرر بن سکے۔ وہ چاہتے تھے کہ عطیہ ایک اچھی مقرر، پاکیزہ مذاق کی ادیبہ اور تعلیمی میدان کی سرگرم

12:14

Ali Sardar Jafri.pdf

آجکل

جلد 79 شمارہ 04
نومبر 2020

حسن ضیاء
011-24369139

Inbarge, Business Wing
Publications Division
Soochna Bhawan, CGO Complex,
Lodhi Road, New Delhi-110003
011-24365609 24367453

Editor Ajkal (Urdu)
Publications Division 401-A Soochna Bhawan
CGO Complex, Lodhi Road, New Delhi-110003
website: www.publicationsdivision.nic.in

ترتیب

اداریہ : 4

مضامین :
5
7
9
12
علی سردار جعفری 17

شہر بہ شہر :
19

فلمی دنیا :
21

افسانے :
24
26
31
34

منظومات :
36
37
38
39

تبصرے : 40

روبرو :
44

معاصر ادب اور ادیب :
47

مراسلات 53

ڈاکٹر محمد جعفر احراری

علی سردار جعفری

خانوادہ ...

1933 ... 1936 ... 1938 ... 1940-41 ...

jafarahrari@gmail.com

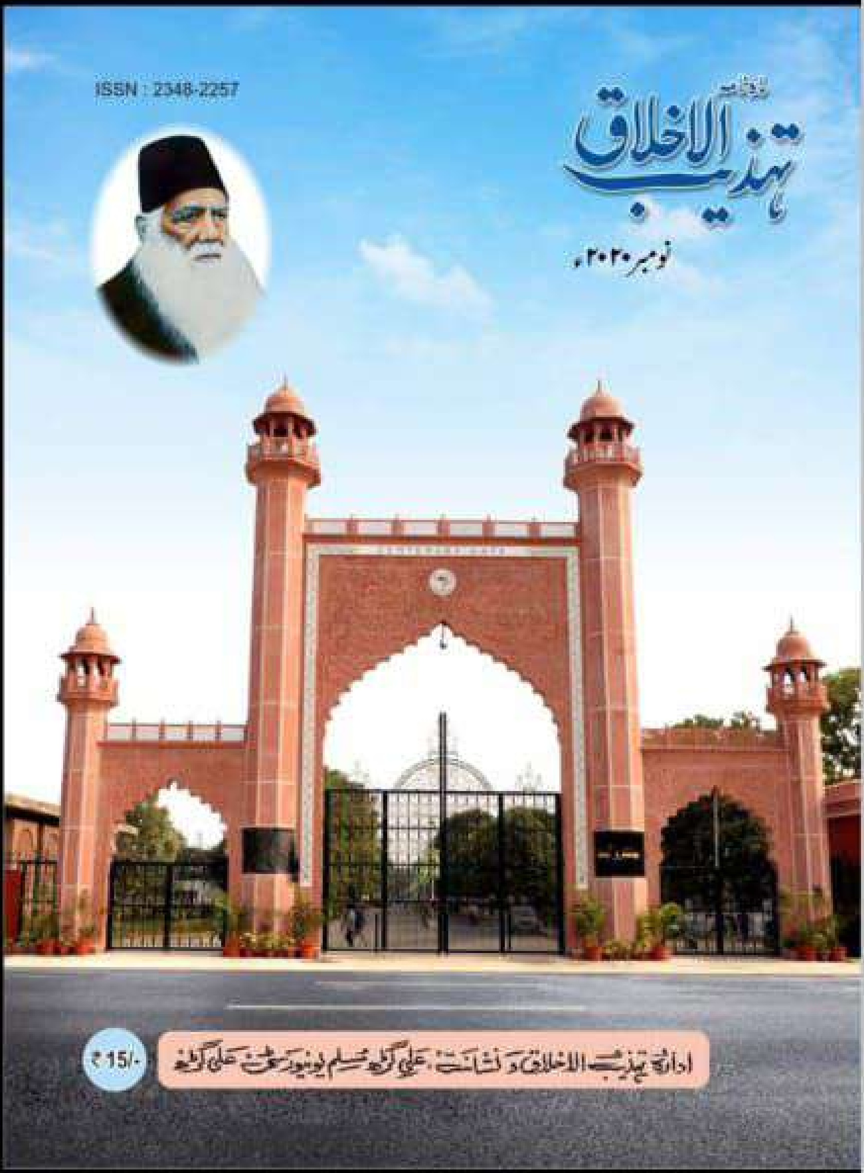

Do you like Liquid Mode?

Create PDF

مضامین میں جن خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ان سے متفق ہو۔
(اے ایم. یو علی گڑھ) نے لیتھو آفسیٹ پرنٹرس کے توسط سے چھپوا کر ادارۂ تہذیب الاخلاق و

ڈاکٹر محمد جعفر احراری ندوی *

''سیرت النبی'': ایک جائزہ

شبلی نعمانی نے سیرت و سوانح، مذہب و تاریخ، منطق و فلسفہ، شعر و ادب اور تحقیق و تنقید پر نہایت وقیع تحریریں چھوڑی ہیں لیکن سیرت و سوانح سے انھیں خاص شغف تھا، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے رائل ہیروز آف اسلام کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس کے تحت 'المامون'، 'الفاروق'، 'سیرت النعمان'، 'الغزالی' جیسی تحقیقی کاوشیں منظرِ عام پر آئیں۔ سیرت و سوانح میں ہیرو کی زندگی کی خوبیوں اور خامیوں دونوں کو اُجاگر کیا جانا چاہیے لیکن شبلی کی تحریریں جیسا کہ ان کا مزاج ہے، عام طور پر مداحی پر مبنی ہوتی ہیں۔ شبلی سوانح نگاری کے فرائض کو جانتے ہوئے بھی محض ذاتی عقیدے اور عقیدت کی بنا پر اکثر ان فرائض سے چشم پوشی کرتے ہیں اور ان کے پاس اس کا کوئی نہ کوئی خوب صورت جواز بھی ہوتا ہے۔ شبلی نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے:

''سوانح نویسی کے فرائض میں جو بڑا فرض مصنف سے رہ گیا ہے وہ تنقید ہے۔ یعنی مصنف نے اپنے ہیرو کی صرف خوبیاں دکھائی ہیں اس کے کسی قول و فعل پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہیں کی ہے۔ لیکن یہ اس زمانے کے تمام سوانح نگاروں کا اندیشہ ہے''[1]

شبلی کو رسول اللہؐ کی ذات مبارکہ سے بے حد عقیدت تھی اور انھیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ پر اردو میں کوئی جامع اور مستند کتاب نہیں ہے۔ وقت کی اہم ضرورت اور تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مولانا نے اپنی خرابیِ صحت کے باوجود 'سیرت النبیؐ' کی تالیف کا بیڑا اُٹھایا۔ کام چوں کہ انتہائی محنت کا تھا اور مولانا کی صحت جواب دے چکی تھی اس لیے ان کا یہ خواب پوری طرح شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ وہ سیرت کی صرف ایک ہی جلد مکمل کر پائے۔ اس کام کو بعد میں مولانا کے شاگرد رشید سیّد سلیمان ندوی نے اسی شان اور جذبے کے ساتھ مکمل کیا۔ سیّد صاحب نے 'حیاتِ شبلی' میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''لیکن آہ! جب ۱۵ر نومبر کی شام کو میں پہنچا تو طاقت جواب دے چکی تھی۔ میں سرہانے کھڑا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مولانا نے آنکھیں کھول کر حسرت سے میری طرف دیکھا اور دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ اب کیسا رہا۔ پھر زبان سے دوبارہ فرمایا۔ اب کیا، اب کیا۔ لوگوں نے جواہر مہرہ گھول کر ایک چمچ پلایا تو جسم میں ایک فوری طاقت آگئی تو معاہدہ کے طور پر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: سیرت میری تمام عمر کی کمائی ہے، سب کام چھوڑ کر سیرت تیار کردو۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ضرور! ضرور!!''[2]

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ذاکر حسین دہلی کالج، (دہلی یونیورسٹی، دہلی)

हिन्दुस्तानी प्रचार सभा

ہندستانی پرچار سبھا

ہندُستانی زبان

हिन्दुस्तानी ज़बान

سال : 5   شمارہ : 2   ممبئی   اپریل - جون 2019   صفحات : 80   قیمت : 70 ₹

سہ ماہی رسالہ

ہندستانی زبان

RNI No. MAHURD/2015/66804

سال:۵ — اپریل۔جون ۲۰۱۹ء — شمارہ:۲

ہماری بات (اداریہ)	سید علی عباس	۲
سبھا کی سرگرمیاں	ادارہ	۴
مضامین:		
عصمت چغتائی اور نیا ادبی رجحان	ڈاکٹر شاہانہ مریم شان	۸
آزاد......ناقد و انشا پرداز	ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی	۱۳
ہندوستانیت کا نمائندہ شاعر فراقؔ	ڈاکٹر رؤف خیر	۲۰
ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر۔ ہندوستان کے ایک عظیم رہنما اور فلسفی	محمد یوسف شاشیؔ	۲۷
کیٹس کی نظم اوڈ ٹو نا ئٹنگیل کا تنقیدی جائزہ	محمد عادل	۳۳
اعظم گڑھ کی سیاسی شاعری کا اجمالی جائزہ	مرزا آفتاب احمد بیگ	۳۹
ڈرامہ: اس شکل سے گزری غالبؔ	پروفیسر صادق	۴۹
افسانے: روایت	فیاض حمید	۵۳
سلگتے آنسو	ڈاکٹر ظہیر محمد	۵۷
خالص خلوص	شمس الہدیٰ انصاری علیگ	۶۳
تبصرہ:		
اردو کی تحریکی شاعری (جنگِ آزادی سے حصولِ آزادی تک)	مبصر: ڈاکٹر خورشید نعمانی	۶۹
غزلیں: منظور اعظمی / شرافت حسین / ڈاکٹر آفتاب عرشیؔ		۷۲۔۷۴
ڈاکٹر فیاض احمد علیگ / عرش صہبائی / ڈاکٹر کلب حسن حزیں		۷۵۔۷۷
نظمیں: شاہد عزیز		۷۸
رنگِ ظرافت: ڈاکٹر رضی امروہوی		۷۹
اعلان نامہ برائے مہاتما گاندھی نمبر	ادارہ	۸۰

مدیرِ اعلیٰ
سید علی عباس

نائب مدیر
احرار اعظمی

ڈائرکٹر
سنجیو نگم

پبلشر
فیروز این پیچ
ٹرسٹی و اعزازی سکریٹری ہندستانی پرچار سبھا

قیمت:
-/70 روپے فی شمارہ
سالانہ: -/250 روپے
بیرون ملک -/700 روپے فی شمارہ
بیرونِ ملک سالانہ: -/2500 روپے
(دو سال سے زائد کا زرِ سالانہ قبول نہیں کیا جائے گا)
منی آرڈر/چیک
'Hindustani Prachar Sabha'
کے نام سے بھجوائیں۔

پرنٹر و پبلشر جناب فیروز این پیچ، مالک ہندستانی پرچار سبھا نے سید علی عباس کے زیر ادارت فارچون پرنٹ این بائنڈر پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۳۵، ورگی انڈسٹریل اسٹیٹ، این ایم جوشی مارگ، (ڈیلائل روڈ) لوور پریل (مشرق) ممبئی۔ ۴۰۰۰۱۱ سے چھپوا کر ہندستانی پرچار سبھا، مہاتما گاندھی میموریل بلڈنگ، ۷، نیتاجی سبھاش روڈ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۲ سے شائع کیا۔ "ہندستانی زبان" میں شائع شدہ مضامین میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ متعلقہ مصنف کے ہیں۔ ان سے ایڈیٹر یا پبلشر کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ "ہندستانی زبان" میں شائع شدہ مضامین کے استعمال کے لیے مصنف اور پبلشر سے اجازت لینی ضروری ہے۔ ہندستانی زبان سے متعلق متنازعہ امور میں سماعت کا حق صرف عدالت عالیہ ممبئی کو ہوگا۔

مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر، مہاتما گاندھی میموریل بلڈنگ، 7، نیتاجی سبھاش روڈ، چرنی روڈ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۲ فون: 22812871 فیکس: 22810126

E-mail: hp.sabha.hzurdu@gmail.com, www.hpsmumbai.org

عصمت چغتائی اور نیا ادبی رجحان

ڈاکٹر شاہانہ مریم شان

نام: شاہانہ بیگم۔ قلمی نام: شاہانہ مریم شان۔ پیدائش: ۱۹۸۵ء، حیدرآباد۔ موجودہ قیام نئی دلی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ تحقیق وتنقید پر دو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ کئی سیمنار میں شرکت کر چکی ہیں۔ کئی مضامین ہندو پاک کے موقر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں: پتہ: لکشمی نگر، نئی دہلی۔ موبائل 9650677959

Email: shan786hcu@yahoo.com

عصمت چغتائی اردو کے افسانوی ادب میں ایک منفرد اور معتبر نام ہے۔ عصمت چغتائی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان کا شمار اردو کے اہم ترقی پسند فکشن نگاروں میں ہوتا ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ خاتون فکشن نگاروں میں کوئی ان کے قد کو چھوتا ہوا نظر نہیں آتا تو شاید غلط نہیں ہوگا۔ عصمت چغتائی ایک عظیم نڈر، بیباک ادیبہ اور باغیانہ ذہن رکھنے والی انوکھی شخصیت کی حامل فنکارہ ہیں۔ عصمت چغتائی کا پورا نام عصمت چغتائی خانم ہے اور ادب میں عصمت چغتائی کے قلمی نام سے جانی جاتی ہیں، ان کے والد کا نام مرزا قاسم بیگ تھا۔ دس بھائی بہنوں کے کنبے میں عصمت چغتائی سب سے چھوٹی تھیں، عصمت ۲۱/ اگست ۱۹۱۵ء کو بدایوں کے ایک متوسط مسلم گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ان کا آبائی وطن بھوپال ہے جب کہ انھوں نے آگرے میں پرورش پائی، ابتدائی تعلیم گھر پر اور بعد میں علی گڑھ اور لکھنؤ سے حاصل کی۔ عصمت ان اولین مسلم خاتون میں سے تھیں جنھوں نے اعلیٰ تعلیم کے، مدارج طے کیے۔

عصمت چغتائی کو بچپن ہی سے اپنے بڑے بھائی مرزا عظیم بیگ چغتائی کی صحبت اور معاونت ملی۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی ایک نامور ادیب اور مزاح نگار ہیں۔ ان کی صحبت میں عصمت چغتائی کا ادبی ذوق پروان چڑھا۔ تعلیم کے دوران عصمت چغتائی نے سنجیدگی سے ادب اور ادیبوں کا مطالعہ شروع کیا۔ غیر ملکی ادیبوں کی تحریروں کو پڑھا اور جب اپنے وقت کے اردو ادب پر نظر ڈالی تو فرسودہ روایت کے کھوکھلے پن کے سوا اور کچھ نہ پایا۔ چناں چہ انھوں نے اپنے ماحول، اپنے عورت پن کو بالائے طاق رکھ کر جرات مردانہ سے کام لیتے ہوئے فطرت انسانی کے ایسے گوشوں کو بے نقاب کیا کہ قدامت پسند منافقین جو زندگی کے حقائق سے منہ چرانے کے عادی تھے منہ پر رومال رکھ کر بیٹھ گئے۔

بیس بائیس سال کی عمر میں عصمت چغتائی نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کیا۔انھوں نے اپنی پہلی تخلیق کے طور پر ایک ڈرامہ ''فسادی'' کے عنوان سے لکھا، جو۱۹۳۹ میں مشہور رسالہ ''ساقی'' میں شائع ہوا۔کچھ ہی عرصہ میں عصمت چغتائی اپنی کہانیوں کے حوالے سے ہندوستان بھر میں مشہور ہوئیں۔

عصمت چغتائی کی تخلیقات میں افسانے، ڈرامے، مضامین، خاکے، ناولٹ، اور ناولس شامل ہیں، جن کے نام کچھ یوں ہیں۔چوٹیں (جو ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے) کلیاں، ایک بات، چھوئی موئی، دو ہاتھ، شیطان، دھانی بانکپن، ہم لوگ، ضدی، ٹیڑھی لکیر، معصومہ، سودائی، جنگلی کبوتر، اور (تین ناولٹ) دل کی دنیا، عجیب آدمی، باندی (اور بچوں کے لیے دو ناولٹ) تین اناڑی، نقلی کبوتر، وغیرہ ان کے علاوہ واقعہ کربلا پر مبنی ناول ایک قطرہ خون شامل ہیں۔ان ادبی تخلیقات کے علاوہ عصمت چغتائی نے تقریباً ۱۳ فلموں کی کہانیاں بھی لکھیں۔عصمت چغتائی ادبی اور فلمی دونوں دنیاؤں کی مقبول کہانی کار ہیں، چوں کہ ان کے شوہر شاہد لطیف مصنف و ہدایت کار تھے، جو فلموں میں ہدایت کاری کیا کرتے تھے۔لہذا عصمت چغتائی نے بھی فلموں کے لیے مکالمے اور کہانیاں لکھیں اور بعد ازاں کچھ فلمیں خود بھی بنائیں۔ان کے فنی خدمات کے اعتراف میں انھیں مختلف اعزازات سے نوازا گیا، جن میں مخدوم ایوارڈ، ساہتیہ اکادمی ایوارڈ، اقبال سمان، اور نہرو ایوارڈ شامل ہیں۔

عصمت چغتائی نے اپنی راہ سبھوں سے الگ بنائی ہے اور ایک نئی قسم کی سماجی حقیقت نگاری کو جنم دیا ہے۔ان کی انفرادیت متوسط طبقے کی عورتوں اور لڑکیوں کی جنسی گھٹن اور نفسیاتی پیچیدگیوں کی حقیقی پیش کش ہے۔ان سے پہلے کسی بھی فکشن نگار نے سماج کی اس دکھتی رگ پر اس طرح ہاتھ رکھنے کی جرات نہیں کی، جس طرح عصمت نے کی۔اور وہ بھی اس دور میں جب کہ مسلم لڑکیوں کا افسانے اور ناول پڑھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔یہ اردو ادب کی خوش قسمتی ہے کہ خاتون فکشن نگاروں میں ایک ایسی ادیبہ ابھر کر سامنے آئی جس نے نہ صرف اس روایتی شرم وحیا، بناوٹ اور خوف کو بالکل ختم کر دیا۔بلکہ اپنی خورد بینی، حق پرستی سے انسانی فطرت کی ان نازک نفسیاتی کیفیتوں سے بھی آشنا کروایا۔

عصمت چغتائی نے نڈر، بیباک ہو کر صداقت پسندی کے ساتھ عورت کے جذبات اور عورت کی فطرت کی عکاسی شروع کی تو دنیائے ادب میں ایک بھونچال سا آ گیا۔لوگ جلی کٹی سنانے لگے۔لڑکیاں، عورتیں، ان کی کہانیاں پڑھ کر ''ہائے اللہ'' ''بے شرم'' کہہ کر منہ چھپا لیتی تھیں۔مرد خفت کے مارے مرے جاتے تھے۔بقول کرشن چندر ''عصمت چغتائی کا نام سنتے ہی مرد فنکاروں پر دورے پڑنے لگے تھے'' اور وہ صرف اس لیے کہ عصمت چغتائی نے بعض ایسی پرانی فصیلوں پر رخنے ڈال دیے تھے، سماج کی برہنہ حقیقتوں کو بے نقاب کیا تھا۔

عصمت چغتائی کی ہر زہریلی کہانی جس میں فکر کا تریاق چھپا ہوتا ہے دھیرے دھیرے لوگوں کے دلوں میں اترنے لگی اور انسان سچ بولنے پر اس قدر آمادہ ہوگیا کہ معاشرے کی ہر غلط روایت سے انحراف کا حوصلہ پیدا ہوگیا۔ عصمت چغتائی کی فکر باعث تقلید بنی اور عصمت ایک سرجن اور سماج کی ایک صداقت شعار شخصیت یا ادیبہ قرار پائیں۔ عصمت چغتائی اردو ادب کی وہ نسوانی آواز ہے، جس نے مردوں کے ایوان میں نہ صرف ہلچل مچادی، بلکہ مردوں کو یہ یقین بھی دلایا کہ عورت اپنی محدودیت کے باوجود لامحدود ہے، اور مردوں سے کسی طور کم تر نہیں ہے۔

عصمت چغتائی عظیم کہانی کاروں، سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، اور راجندر سنگھ بیدی کی ہم عصر ہیں۔ عصمت تعلیم یافتہ تھیں، ذہین تھیں، عصری شعور سے آگاہ تھیں، چناں چہ انھوں نے اپنے علم، مشاہدے، اور تجربے کے ذریعے انسانی نفسیات کی تہہ در تہہ گہرائیوں اور انسانی وجود کی ہزاروں صداقتوں سے آگہی حاصل کی۔ لاشعوری زندگی کی تہوں میں جا کر پوشیدہ حقائق سے آشنا ہوئیں، عصمت نے نہ صرف ان سچائیوں کو قریب سے دیکھا بلکہ اپنے نفس کی گہرائیوں میں بھی محسوس کیا۔ زندگی کی کھردری اور سنگین حقیقتوں کو بڑے دلیرانہ انداز میں تخلیق کے سانچے میں ڈھال کر فنی توازن عطا کیا۔ انسانی شعور کے نازک ارتعاشات کو لفظوں کی گرفت میں لاکر انہیں فنی حسن دیا، یہ صلاحیت ان کی بے پناہ تخلیقی قوت کی غماز ہے۔

عصمت چغتائی کی کہانیاں اپنے عہد کی پیداوار اور اپنے معاشرے کی عکاس ہیں، ان کی کہانیوں میں ہندو پاک کے معاشرے کی روح موجود ہے۔ انھوں نے اپنے معاشرے سے ہی اپنی کہانیوں کا تانا بانا بنا ہے۔ خاص طور پر متوسط طبقے کے مسلم گھرانوں کی زندگی، معاشرے کی ناہمواریاں، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، تعلیمی، اور ادبی بے ڈھنگیوں، دوہرے معیار اور منافقانہ رویوں کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا۔ قدیم روایات، فرسودہ رسم ورواج، اخلاقی اقدار اور توہمات پر کھل کر تنقید کی اور ان کو بڑی سفاکی سے طنز کا نشانہ بنایا۔

عصمت چغتائی نے جس بے رحمی سے اپنے معاشرے کے دوغلے پن کو بے نقاب کیا اور جس بے دردی سے اپنے عہد کے ضمیر کو جھنجھوڑا، ایسی سماجی تنقید کی مثال ان سے پہلے اردو ادب میں نہیں ملتی۔ ان کی حقیقت پسندی، سچی، بے باک اور بے لاگ ہے۔ عصمت چغتائی اپنے معاشرے کی نقاد ہی نہیں بلکہ نباض بھی ہیں۔ ان کی تحریریں آزادی فکر کے مرقعے اور جرات سخن کی بے مثال نمونے ہیں۔

عصمت چغتائی کے افسانے ''لحاف'' کی اشاعت نے ادبی دنیا میں تہلکہ مچادیا۔ کیونکہ پہلی بار ایک خاتون افسانہ نگار نے ایک نسائی کردار کی جنسی زندگی اور جذباتی گھٹن کی کیفیت کا بے باکانہ اظہار کیا تھا۔ لہذا چاروں طرف سے

مخالفت کا طوفان امنڈ پڑا۔ادب کے نقادوں نے ان پر فحش نگار کا الزام لگایا۔ بڑی لے دے ہوئی، قانون حرکت میں آ گیا۔فحش نگاری کے الزام میں لاہور میں مقدمہ دائر ہوا،لیکن بری ہوگئیں۔

عصمت چغتائی کی جن کہانیوں پر (لحاف کے علاوہ) جنس نگاری کا الزام ہے۔ان میں بنیادی طور پر معاشرے کی بے اعتدالیاں ، جاگیر دارانہ نظام کی قباحتیں، شخصی استحصال، غلامی میں جکڑے ہوئے ماحول کا تعفن اور مجبور کرداروں کی کہانیاں ہیں۔ان کہانیوں میں عصمت کے ردعمل کا اظہار سماجی جبر کے خلاف ہے۔ جسے وہ اپنے مخصوص طنزیہ لہجے میں پیش کرتی ہیں،ان افسانوں میں نیرا، چارپائی اور دو ہاتھ اہم ہیں۔عصمت چغتائی نے معاشرے میں ہونے والی تلخ زندگیوں کے انتشار واضطراب، سماجی المیوں، نفسیاتی الجھنوں اور گردوپیش کی زندگی ہی سے اپنی کہانیوں کے موضوع تلاش کیے ہیں۔

عصمت چغتائی نے نام نہاد شریف گھرانوں کے افراد کی کھوکھلی اور مکروہ زندگی ہی کو اپنے طنز کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ غریب طبقے کی مجبوریوں کی تفصیل بھی دکھائی۔جن میں زندگی کا درد پوشیدہ ہے۔بوڑھی بے کس عورتوں اور معاشرے کے مظلوم افراد کی بھی ترجمانی کی ہے۔عصمت کے ہاں انسانیت کا رشتہ بنیادی حوالہ ہے۔اوران کا طنزیہ لہجہ بھی دراصل اسی کرب کا اظہار ہے۔جو وہ اپنے وجود میں اس حوالے سے محسوس کرتی ہیں۔چوتھی کا جوڑا، ننھی کی نانی، اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

ہمارے معاشرے کے سماجی المیوں میں ایک اورالمناک صورت حال یہ ہے کہ لڑکیوں کی ولادت کو بوجھ اور منحوس کہا جاتا ہے۔آج بھی یہ تصور زندہ ہے ہندوپاک کے کئی ایک علاقے ہیں جہاں لڑکی کی پیدائش پر صفِ ماتم بچھ جاتی ہے اورلڑکے کی ولادت پر شادی کا سا سماں ہوتا ہے۔اسی موضوع پر عصمت نے "سونے کا انڈا" افسانہ کی بنت کی ہے۔

عصمت چغتائی بے حد خلاّ قانہ، ذہین اور فنی صلاحیتوں کی فنکارہ ہیں، جنھوں نے اپنے بھائی مرزا عظیم بیگ چغتائی پر "دوزخی" کے عنوان سے ایک خاکہ لکھا۔جس کاٹ دار لہجے میں جس زہرناکی اور محبت سے بھائی کا خاکہ لکھا وہ ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔اردوادب میں اس پائے کا طنزیہ خاکہ ابھی تک نہیں لکھا گیا۔جو حقیقت نگاری کی اعلیٰ مثال ہے۔عظیم بیگ چغتائی جو خود ایک مشہور مزاح نگار اور افسانہ نگار تھے۔اپنی دق زدہ زندگی کی المناکی کے باوجود زندگی سے بھرپور کہانیاں تخلیق کرتے رہے اور زندگی بھر ہنستے ہنساتے رہے،ان کی بیماری کسمپرسی اورموت کے دکھ کو اپنے خاکے 'دوزخی' میں اپنے جذبات کو زہر بنا کر اگلتی ہیں۔اقتباس ملاحظہ ہو۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کیا وہاں بھی ان کی قینچی جیسی زبان چل رہی ہے، کیا وہاں بھی حوروں سے عشق لڑا رہے ہیں، یا دوزخ کے فرشتوں کو جلا کر مسکرا رہے ہیں، مولویوں سے الجھ رہے ہیں، یا دوزخ کے بھڑکتے شعلوں میں ان کی کھانسی گونج رہی ہے، پھیپھڑے پھول رہے ہیں اور فرشتے انجکشن گھونپ رہے ہیں، فرق ہی کیا ہے ایک دوزخ سے دوسری دوزخ میں، دوزخی کا کیا ٹھکانہ"۔۔۔

عصمت چغتائی کی تمام تر تخلیقات ان کے فنکارانہ خلوص، اپنے مخصوص طنزیہ لب ولہجہ اور منفرد انداز تحریر کی وجہ سے امتیازی اہمیت کی حامل ہیں۔ عصمت چغتائی کے ہاں طنزیہ پیرائے میں کسی کی دل شکنی یا تضحیک مقصود نہیں، بلکہ اصلاح دوستی کا رجحان ملتا ہے، انھوں نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں سماجی تنقید کی ہے، ان کے تمام افسانوں، ناولوں، اور دیگر تخلیقات میں طنزیہ پیرائے کا عنصر غالب ہے اس میں ذہانت، برجستگی اور ادبیت اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہے۔ عصمت چغتائی کی تخلیقی طاقت، ان کی زبان اور ان کے منفرد اسلوب میں ہے۔

عصمت چغتائی جب تک زندہ رہیں بے شمار ہنگامے ان کی ذات سے وابستہ رہے، ان کی وفات بھی ایک دھماکہ ثابت ہوئی۔ برصغیر کی یہ عظیم فکشن نگار ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۱ کو ۷۶ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئی۔ بقول عصمت چغتائی "مجھے قبر سے خوف آتا ہے، میں تو بھسم ہونے کی وصیت کر چکی ہوں" لہٰذا ان کی اسی وصیت کے مطابق ان کے جسد خاکی کو بمبئی کے چندن واڑی شمشان گھاٹ میں نذر آتش کر دیا گیا۔

الغرض عصمت چغتائی برصغیر کی ایک ایسی عظیم فکشن نگار ہیں جنھیں اپنی زندگی ہی میں لازوال شہرت ملی اور رہتی دنیا تک ان کا نام اردو کی عظیم فکشن نگاروں میں ہوتا رہے گا۔

☆☆☆

اطلاع

ہندستانی پرچار سبھا کی جانب سے کئی قسم کے پروگرام، سرگرمیوں اور جانکاری کو آپ تک پہنچانے کے لیے ایک اہم قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ 'سبھا' ویب سائٹ کے ذریعے سے اپنے یہاں ہونے والے مختلف پروگراموں اور علمی وادبی سرگرمیوں کو آپ تک پہنچانے کی کوشش کرے گی۔ 'سبھا' سے نکلنے والے رسالے (ہندستانی زبان، اردو ہندی اور یووا) اب آن لائن دستیاب ہیں۔ ساتھ ہی سبھا کی جانب سے چلائی جانے والی مختلف کلاسوں اور لائبریری میں موجود ۴۷۰۰۰ ہزار سے زیادہ کتابوں کی جانکاری بھی آپ حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں سبھا کی لائبریری میں موجود نادر و نایاب مخطوطات اور کمیاب کتابوں کے بارے میں بھی جانکاری لے سکتے ہیں جس کے لیے ہماری ویب سائٹ www.hpsmumbai.org کو دیکھیں:

rekhta

वर्ष-62 अंक-09 ❖ सितम्बर 2019 (कुल पृष्ठ-20) प्रति अंक : मूल्य ₹ 10/-

भारतीय भाषाओं की
समन्वय-संस्कृति का उद्‌गाता

गांधी 150

मंगल प्रभात

❀ राष्ट्रभाषा दिवस विशेषांक ❀

हृदय-धर्म की दीक्षा

सब धर्मों में श्रेष्ठ धर्म है—हृदय-धर्म! संसार में जितने धर्म, मजहब, पन्थ, फिरके और सम्प्रदाय हैं, वे आज चाहे जितनी तंगदिली पैदा करते हों, किन्तु असल में वे किसी-न-किसी मानव-प्रेमी संस्कृति-परायण हृदय-धर्म से ही निकले हुए हैं। धर्मशास्त्रं महर्षीणां अन्तःकरण-संभृतम्।' जिस उदार हृदय की प्रेरणा से ही वे निकले हैं उस हृदय का जो व्यापक प्रेमधर्म है वही हृदय-धर्म है। हिन्दुस्तान में दुनिया भर के करीब सभी धर्म इकट्ठे हुए है; क्योंकि उनको पता चल गया है कि यहां हृदय-धर्म का साम्राज्य है। यहां जितने धर्म आए वे सब अपना-अपना अभिमान लेकर आए। उन्होंने, जितना भी उनसे हो सका, भला और बुरा किया, लेकिन धीरे-धीरे वे हृदय-धर्म की प्रेम-लड़ी में बंध गए। सभी को प्रेमधर्म का भान हुआ। पर किसी को उसकी दीक्षा नहीं मिली। इसीलिए वे आपस में खींच-तान करते हैं और इस देवभूमि को भूतल का स्वर्ग बनाने की बजाए नरक बना रहे हैं। जिसके हृदय में जितनी ही संकीर्णता और क्षुद्रता होगी उतना ही वह दुःख उठायेगा और दूसरों को भी अधिकाधिक दुःख होगा। किन्तु अन्त में (या अनन्त में) विजय हृदय-धर्म की ही होगी।

—काका कालेलकर

गांधी हिन्दुस्तानी साहित्य सभा

1, जवाहरलाल नेहरू मार्ग, सन्निधि, राजघाट, नई दिल्ली-110002

5-6 सितम्बर, 2019

Postal R.No.DL(C)-01/1242/2018-20

मंगल प्रभात मासिक RNI-813/57

इस अंक में

1.	महात्मा गांधी का भाषण : हिन्दी साहित्य सम्मेलन, इन्दौर में	–प्रस्तुति : सुनीता जोशी	03
2.	काकासाहेब द्वारा राष्ट्रभाषा प्रचार	–रवीन्द्र केलेकर	07
3.	गोरखनाथ	–विनोबा भावे	10
4.	हमारा देश और राष्ट्रभाषा	–महादेवी वर्मा	11
5.	उड़िया साहित्य की ऐतिहासिक समीक्षा	–वेणुधर राऊत एवं पतितपावन परिड़ा	14
6.	सुन्दरम्	–श्री सच्चिदानन्द राउत राय	15
7.	कैसा विकास?	–बीना हाण्डा	16
8.	गांधीजी और हिन्दुस्तानी जुबान और उर्दू कविता–'बापू' (उर्दू में लेख)	–डॉ. शहाना मरयम शान	17
9.	राष्ट्रभाषा हिन्दी	–काका कालेलकर *कवर पृष्ठ*	04

मंगल प्रभात के प्रत्येक अंक का **e-paper** गांधी हिन्दुस्तानी साहित्य सभा की वेबसाईट **www.ghsssannidhi.org** पर उपलब्ध है।

'मंगल प्रभात' में प्रकाशित लेखों में व्यक्त विचार लेखकों के हैं। उनके साथ मंगल प्रभात के सम्पादक का या संस्था की कार्यसमिति के सदस्यों का सहमत होना जरूरी नहीं है।

सम्पादक	:	**प्रो. रमेश भारद्वाज**			(दूरभाष : 011-23318831)
सम्पादकीय सलाहकार	:	मोहिनी माथुर एवं कृष्णा शर्मा			
वार्षिक चन्दा	:	₹ 100/-	पंचवर्षीय	:	₹ 500/-
एक प्रति	:	₹ 10/-	दस वर्षों के लिए	:	₹ 1000/-

ڈاکٹر شابانہ مریم شان

گاندھی اور ہندوستانی زبان

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

تاریخ انسانی زندگی کی ایک اہم مستند حقیقت اور کہا نی ہے، تاریخ کے اوراق میں کتنے ان گنت واقعات پنہاں ہوں گے جس کا اندازہ لگا نا دشوار ہے ۔ تاریخ انسانی میں نا جانے کتنی قوموں اور حکومتوں کے عروج وزوال کی داستانیں ،اور کتنے انسانوں کے کامیابیوں اور ناکامیوں کے اتار چڑھا ؤ کے راز مضمر ہیں ۔ وقت گزر جاتا ہے ،قوموں فنا ہو جاتی ہیں ،حکومتیں تخت و تاج الٹ پلٹ جاتے ہیں ،شخصتیں وقت کے دھارے میں بہہ کر نست و نابود ہو جاتی ہیں ،مگر صرف باقی رہ جاتی ہے وہ ہے تاریخ ۔ اور انہی تاریخ کے پنوں میں باقی رہتی ہیں کچھ ایسی صدا بہار شخصیتیں جو کبھی نا فنا ہوتی ہیں ۔ انہی صدا بہار ہستوں میں ہندوستان کے افق پر چمکتی ہوئی ایک ایسی شخصیت ہے جس کا نام موہن داس کرم چند عرف گاندھی جو بعد میں مہا تما گاندھی اور باپو کہلائے ۔ جنہیں ہندوستان کا بابائے قوم قرار دیا گیاہے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ مہاتما گاندھی کی شخصیت نے ہندوستان کے تاریک گوشوں کو بقعہء نور بنا گئیں ،ایک بے راہ رو قوم کو راہ راست پر لایا اور قید و غلامی کی زنجیروں میں جکڑی قوم میں حصول آزادی اور حب الوطنی کا جذبہ دلوں میں بیدار کیا اور ملک کو ازاد کیا ۔ اہنسا مسیحائی اور امن سے سامراجی طاقتوں کا مقابلہ کیا ۔ حق پرستی اور عدم تشدد کی روش نے گاندھی کو مشرق کی سب سے عظیم شخصیت بنا دیا ۔ اج گاندھی کی ذات اور ان کی فکر و نظریات کو تمام عالم عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے،اور عقیدت سے اہل دنیا گاندھی کو یاد کرتے ہیں ۔

او دوستو ں پھر کریں یاد اس کے اصول   اور سب چڑھائیں عقیدت کے پھول
سوراج کا جھنڈا بھارت میں گڑوایا باپو گاندھی نے
دل قوم و وطن کے دشمن کا دہلا دیا باپو گاندھی نے

گاندھی جی کے بارے میں آئنسٹائن نے کہا ہے کہ'' انے والی نسلوں کو بڑی مشکل سے یقین ائے گا کہ گوشت پوست سے بنا ایک ایسا بھی انسان کبھی چلا پھرا تھا،اج اتنے برس بعد گاندھی جی کی شخصیت واقعی ہ میں حیرت میں ڈال دیتی ہے ۔ سادگی ایسی کہ زندگی کا بیش تر حصہ ایسے لباس میں گزار دیا جس سے تن کو ڈھانپنا مشکل ہے ،بولنے کا انداز اتنا دھیما کہ بہترین خطیبوں میں ان کا شمار نہیں کیا گیا ۔ شکل و صورت قد کاٹھ ایسا کے دیکھنے میں عام آدمی سے بھی عام لگتے ۔ ان کی تحریر اور تقریر دونوں میں کسی طرح کا گھماؤ پھراؤ،لفاظی یا ڈرامہ پن نظر نہیں اتا ۔ کوئی ظاہری دکھاوے والا وصف ان کی ذات میں نظر نہیں اتا ،جیسے اج کے ہمارے ہر چھوٹے بڑے سیاست دان،دانشور ،سماجی رہنماؤں میں نظر اتا ہے ۔ اس عام سا نظر انے والی سادگی کا پیکر کو اس عظیم شخصیت کو سارا جہاں اج سلام کرتا ہے ۔ ہندوستان میں یوم جمہوریہ ،یوم ازادی کی طرح بابائے قوم کی ولادت کا تہوار نہایت عقیدت و احترام سے پورے ملک میں منایا جاتا ہے ۔ گاندھی کی یوم ولادت کے دیڑھ سو سال مکمل ہونے پر سارے ملک میں باپو کی ایک سو پچاس واں سالگرہ منانے کا سلسلہ جارو ساری ہے ۔

نام تھا گاندھی مگر اس کے ہزاروں نام ہیں   ایک مئے خانہ ہے جس میں ہر طرح کے جام ہیں
اشتی تھی جس کی فطرت جس کا مذہب پیار تھا   خدمت انسانیت کا جو علمبردار تھا

گوپال کرشن گوکھلے نے کہا تھا کہ ''یہ میری زندگی کی خوش قسمتی ہے کہ میں مہا تما گاندھی کو ذاتی طور پر جانتا ہوں ،اور میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت شفاف اور شریف آدمی ہیں ،با ہمت ہیں ، وہ عام لوگوں کے درمیان سے نکلے ایک عام انسان ہیں ۔ وہ ہیرو ہیں ایک حقیقی محب وطن ہیں ''

وقار مادر ہندوستان تھے گاندھی جی   نظام امن کے روح رواں تھے گاندھی جی
وہ فخر قوم وہ انسانیت کے شیدائی   بہار گلشن امن و اماں تھے گاندھی جی

ہندوستان ایک ایسا خطہ ہیں جو ایک کثیر لسانی ملک ہے،جہاں نہ صرف مذہبی تہذیبی ،ثقافتی رنگا نگی کا امتیاز پایا جاتا ہے کئی زبانوں اور بولیوں کا ایک بڑا ماجگاہ کے طور پر دنیا بھر میں جانا جاتا ہے ۔ گاندھی جی کی نظر میں ہندوستانی زبان سے مراد صرف ہندی یا اردو نہیں بلکہ ہندوستانی زبان سے مراد ہند میں بولی جانی والی ایک عوامی زبان جو ہر خاص و عام کی زبان ہے، ہندوستانی زبان میں اردو اور ہندی دونوں زبانیں شامل ہیں ۔ اردو اور ہندی دستور ہند کے اٹھویں شیڈول کی دو اہم زبانیں ہیں ان کا شمار ہندوستان کی دو

بڑی جدید ہند اریائی زبانوں میں ہوتا ہے دونوں زبانوں کا رشتہ بہت گہرا ہے ۔ دونوں زبانوں میں بہت یگانگی ہے بہت سے لوگ دونوں زبانوں کو بہت حد تک ایک ہی بھاشا تصور کرتے ہیں ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہندی نے اپنا فیضان سنسکرت اور اردو نے عربی اور فارسی سے مستفیض ہے ۔ لسانیاتی سطح پر دونوں کا رسم الخط علحےدہ علحیدہ ہے ،سنتی کمار چٹرجی نے دونوں زبانوں کا نام زبان ہندی تحریر کیا ۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی عوام الناس کی زبان ،تمام تر تنازعات کے باوجود جو بول چال کی سطح پر رابطہ کی زبان ہے خواہ وہ اسان ہندی کہیں یا اردو ،اصل میں ہے یہی گاندھی جی کی ہندوستانی زبان ۔

اج ہندوستان میں جو زبان عوام کے بیچ،بازاروں میں سیر و تفریح کے میدانوں میں فنوں کی منجملہ مظاہر میں سینما میں جو زبان پیروی کرتی ہے در اصل یہی وہ ہندوستانی زبان ہے جس کا خواب گاندھی نے بُنا تھا جس کی تعبیر اج ہ میں نظر اتی ہے ۔ یہی وہ زبان ہے جس کی وکالت ہندوستان کی ازادی کی جدوجہد کے دوران بابائے قوم مہاتما گاندھی نے کی تھی،جس کےلیے انھوں نے لسانی تنازعہ کے حل کے طور پر ہندوستانی قوم کے سامنے ''ہندوستانی ''زبان کی تجویز رکھی تھی ۔ یعنی ہندوستان کی قومی زبان ایک ایسی زبان ہو جو اسان اور رواں ہندی اردو کا اختلاط ہو جسے ہر کوئی سمجھتا اور بولتا ہے ۔

کتنی میٹھی زبان کےسی پیاری زبان میری ہندوستانی زبان فخر ہندوستان

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی زبان نے ازادی کی جدوجہد میں لوگوں کو متحد اوریکجا کیا ۔ حصول ازادی کے جلسوں جلوسوں تحریکوں تقریروں تحریروں عوام سے رابطہ اسی ہندوستانی زبان نے کیا ۔ اج بھی ہمارے درمیان عوامی رابطہ کی ایک اہم بڑی زبان ہے ۔ یہ بات اہم ہےکے اردو اور ہندی ادبی اور لسانی سطح پر الگ سہی لیکن بول چال کی سطح پر ہندی اور اردو ہندوستان کی مشترک زبان ہیں ۔ یہی وہ زبان ہے جو تمام ہندوستانیوں کے رابطہ کی زبان ہے اج یہ ہندوستانی زبان لنگوافرینکا کے منصب پر فائز ہے ۔

گاندھی کی فکر تمام دنیا کے اجتماعی شعور کا حصہ بن چکا ہے ۔ الغرض موجودہ عالمی ہنگامی حالات میں گاندھی کے فکر و نظریات ، ایک امید کی کرن کے طور پر دیکھنے لگی ہے ۔گاندھی جی نے زندگی کے ہر گوشہ کو متاثر کیا ۔

سنی نہ بات تشدد بھرے اصولوں کی مہک لٹائی اہنسا کے نرم پھولوں کی

ہمارے ملک کے باغباں تھے گاندھی جی وقار مادر ہندوستان تھے گاندھی جی

تحریک ازادی کے علمبردار مہاتما گاندھی کی سوچ و فکر نے ہندوستانی سیاست کا ناک و نقشہ بدلنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے سماجی معاشی اقتصادی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں تغیر و تبدل لانے میں نمایاں کردار ادا کیا ۔ سیاسی سماجی معاشی مسائل کو اپنے ڈھنگ سے حل کیا ۔ الغرض باپو کے فکر و نظریات نے ہر کس و ناکس کو متاثر کیے ۔ ان حالات میں ادب اور ارٹ کےسے نا متاثر ہوتے ۔

ہندوستان کے ادیبوں شاعروں فنکاروں اداکاروں نے اپنے اپنے طور پر باپو کی شخصیت اور ان کے فلسفہ حےات کے اثرات کو قبول کیا ۔ ہندی اردو بنگالی اوردیگر ہندوستانی زبانوں کے ادب میں گاندھی کے فلسفہ زندگی کو اپنے فن کا موضوع بنایا ۔ دیہات کے لوگوں نے باپو کی فلسفہ حیات کو اپنے لوک گیتوں میں سمو کر اپنے لوک گیتوں میں باپو کو ہیرو بناکر پیش کیا ۔

یہ سچ ہے کہ ادےب و شاعر اپنے عہد کا اپنے دور کا اپنے زمانے کا نباز ہوتا ہے ،اس کی نظر سے کوئی چےز مخفی نہی رہتی ۔ جس ڈھنگ سے جنگ ازادی لڑی گئی تحرےکےں چلائی گئیں قربانیاں درپیش ائیں ان سب میں ہمارے ملک کے ادیب و شاعر برابر کے شریک نظر ائے ۔ ہندوستان کی پہلی جنگ ازادی بغاوت ہند ہنگامہ غدر سے ہی ہمارے ادب میں سیاسی شعور اور بیداری کی کوشش شروع ہوئی ۔ ازادی کا نعرہ لگایا گیا ۔ ہندوستانی ادیبوں نے ملک کو ازاد کرانے میں ہر موڑ پر ساتھ دیا ۔ پہلی جنگ ازادی 1857سے لیکر پندرہ اگست1947 تک ملک کے ہر سیاسی سماجی تحریکوں میں ہمارے ہندوستانی ادیب بڑھ چڑھ کر شامل رہے جس کی اج ایک مستند تاریخ رقم ہے ۔

گاندھی سے ہندوستانی ادیب و شاعر اس حد تک متاثر تھے کہ ان پر سےنکڑوں نظمیں شاعری،افسانے ناول،مضامین ،بے شمار تحریریں اور تراجم لکھے اور کئے گئے ہیں ۔ گاندھی کی سوانح حیات کا اردو ترجمہ ''تلاش حق'' کے نام سے موجود ہے ۔ باپو کی سچائی صداقت بھائی چارگی پر اپنی مادر وطن کے تعئن ایک خوبصورت عکاسی پیش خدمت ہیں

سچی بات ہمیشہ کہناسچائی کے رستے چلنا

باپو نے سمجھایا ہےباپو نے سمجھایا ہے
ایک خدا نے سب کو بنایا اس کا سب کے سر پر سایا
بھارت ماں ہے داتا سب کی دھرتی ماں ان داتا سب کی
ہندو مسلم سکھ عیسائی اپس میں ہیں بھائی بھائی
باپو نے سمجھایا ہےباپو نے سمجھایا ہے

گاندھی جی کو ہندوستانی زبان کی عظمت اور مقبولیت کا احساس ہمیشہ ہی بدرجہ اتم تھا ۔ وہ تمام عمر ہندی اور اردو دونوں زبانوں کے حامی رہے ان کی نظر میں ہندی اور اردو دو الگ زبانیں نہیں بلکہ ایک ہندوستانی عوامی زبان کا روپ ہے ۔ باپو کا ہندوستانی زبان کے تعین ان کا اخبار ہریجن اردو رسم الخط میں چھپتا تھا ۔ جوگاندھی جی کا بین ثبوت ہے ۔

جب شاعر مشرق علامہ اقبال کی نظم ترانہ ٔ ہند سنی اور پڑھی تواس متعلق اپنے دوست محمد حسین کے نام ایک خط میں رقم طراز ہیں کہ'' اقبال کے بارے میں میں کیا لکھوں میں جب ان کی نظم ہندوستان ہمارا پڑھی تو میرا دل بھر ایا اور یاروں وہ جیل میں سینکڑوں بار میں نے اس نظم کو پڑھا،اس نظم کے الفاظ مجھے بہت میٹھے لگے ۔ اور یہ خط لکھتا ہوں تب بھی وہ نظم میرے کانوں میں گونج رہی ہے'' ۔ حالانکہ گاندھی اور اقبال کی سےاسی نظریہ مختلف تھے تب بھی اقبال نے مہاتما گاندھی کو ''مرد پختہ کار اور حق اندےش و با صفا ''کہے بغیر نا رہ سکے ۔

جس قومی جذبہ کے تحت گاندھی ہندوستانیوں کو ازادی کا سبق سکھا رہے تھے اسی جذبہ و احساسات کو ہمارے ہندوستانی ادیب و شعراء اپنی تخلیقات میں سمو رہے تھے ۔ اس سلسلے میں چند اہم ہندوستانی زبان و ادب کے ادیبوں اور شاعروں میں علامہ اقبال،سرور،جہاں ابادی،منشی تلوک چند محروم،پریم گوپال مثل،سراج لکھنوی،مجاز لکھنوی،برج نرائن چکبست،ساغر خیامی،جگن ناتھ ازاد،مائل ملیح ابادی،راز چاند پوری،سیماب اکبر ابادی،ظفر علی خان،جوش ملیح ابادی جیسے شعراء نے اپنے کلام میں ازادی کے گیت پیش کئے،تو دوسری طرف منشی پریم چند،سدرشن،علی عباس حسینی،اعظم کریوی اور دیگر ادیبوں نے گاندھی کے فلسفے کو اپنی تخلیقات میں پیش کیں ۔ الغرض گاندھی کے فلسفہ و نظریات،حیات و تعلیمات کو عام کرنے میں ہندوستانی زبان کے ادیبوں نے اپنا پورا حق ادا کیا ۔ بقول سراج لکھنوی

خدا گواہ پتلا ہے تو شرافت کا
جہاں میں چلتا ہے سکہ تیری صداقت کا
بشر کہیں کہ تجھے دیوتا محبت کا
رزق تا بہ قدم ائے نہ حقیقت کا

عمر انصاری کی نظم''بوڑھا مالی'' کے دو بند ملاحظہ ہوں

ہے بادل اس کی اہنسا کا برسا ہے جو ساری دنیا پر ایک ہاتھ میں اس کے قران تھا اک ہاتھ اس کا گیتا پر
کچھ رام رحیم کے ناموں میں دیکھا تھا فرق نہ اس کی ملاپر سب دن تھے عید ملن کی دن ،سب راتیں تھیں دیو مالا کی
ہر بات ہے اب تک یاد ہمیں اس باغ کے بوڑھے مالی کی
یہ گیتا اس کی گیتا ہے،یہ چرخا اس کا چرکا ہے وہ سامنے اس کا مندر ہے یہ سامنے اس کی کٹیا ہے
یہ اس کا قلم اور کاغذ ہے وہ عینک دھوتی کرتا ہے یہ پھول ہے اس کی پوجا کے وہ شمع ہےاس کی تھالی کی
ہر بات ہے اب تک یاد ہمیں اس باغ کے بوڑھے مالی کی
سائے میں ترنگے جھنڈے کے جب چور غمو ں سے ہوتا ہے خواب اس کے جاگا کرتے تھے وہ جتنی دیر بھی سویا تھا
جب پھول کوئی کھلا اتا تو پہروں بیٹھ کے روتا تھا اور رو کے دعائیں کرتا تھا اس گلشن کی خوشحالی کی
ہر بات ہے اب تک یاد ہمیں اس باغ کے بوڑھے مالی کی

वर्ष-62 अंक-10 ❖ अक्तूबर 2019 (कुल पृष्ठ-20) प्रति अंक : मूल्य ₹ 10/-

भारतीय भाषाओं की
समन्वय-संस्कृति का उद्गाता

मंगल प्रभात

~ गांधी 150 विशेषांक ~

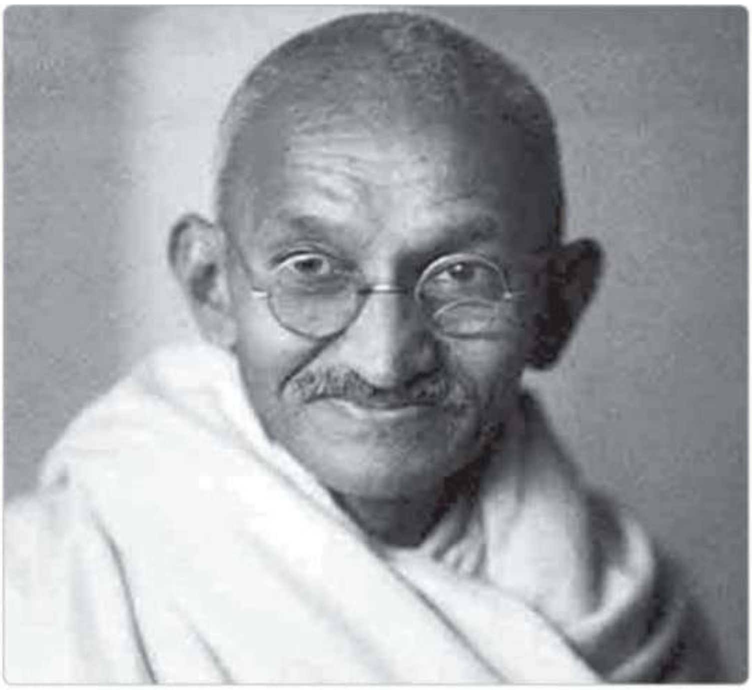

गांधी हिन्दुस्तानी साहित्य सभा

1, जवाहरलाल नेहरू मार्ग, सन्निधि, राजघाट, नई दिल्ली-110002

5-6 अक्तूबर, 2019

Postal R.No.DL(C)-01/1242/2018-20
मंगल प्रभात मासिक RNI-813/57

5-6 अक्तूबर, 2019 Postal R.No.DL(C)-01/1242/2018-20
मंगल प्रभात मासिक RNI-813/57

इस अंक में

1.	गांधीजी का युग-कार्य	–काका कालेलकर		03
2.	गांधीजी का शक्तिशाली प्रयोग	–विनोबा भावे		08
3.	काकासाहेब द्वारा राष्ट्रभाषा प्रचार	–रवीन्द्र केलेकर		12
4.	उर्दू लेख–			
	सारे आलम पर हूँ मैं छाया हुआ	–डॉ. शहाना मरियम शान		16
5.	उर्दू कविता–महात्मा गांधी उर्फ बापू	–डॉ. मोअज्जम अली खान		17
6.	गांधीजी के समय से समाज के उत्थान में स्त्रियों का योगदान	–मोहिनी माथुर	कवर पृष्ठ	19
7.	गांधीजी की विशेषता	–ब्रजकृष्ण चांदीवाला	कवर पृष्ठ	20

मंगल प्रभात के प्रत्येक अंक का **e-paper** गांधी हिन्दुस्तानी साहित्य सभा की वेबसाईट **www.ghsssannidhi.org** पर उपलब्ध है।

'मंगल प्रभात' में प्रकाशित लेखों में व्यक्त विचार लेखकों के हैं। उनके साथ मंगल प्रभात के सम्पादक का या संस्था की कार्यसमिति के सदस्यों का सहमत होना जरूरी नहीं है।

सम्पादक	:	**प्रो. रमेश भारद्वाज**	(दूरभाष : 011-23318831)	
सम्पादकीय सलाहकार	:	मोहिनी माथुर एवं कृष्णा शर्मा		
वार्षिक चन्दा	:	₹ 100/-	पंचवर्षीय	: ₹ 500/-
एक प्रति	:	₹ 10/-	दस वर्षों के लिए	: ₹ 1000/-

ڈاکٹر شابانہ مریم شان

مہاتما گاندھی کی ہمہ گیریت(سارے عالم پہ ہوں میں چھا یا ہوا)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مہاتما گاندھی اس دنیا کے نہایت عظیم اور پر کشش ہستیوں میں سے ایک ہیں ۔ مہاتما گاندھی عرف باپو کو کون نہیں جانتا ۔ جن کی پیدائش کے دیڑھ سو سال مکمل ہو ئے ، کسے معلوم تھا کہ 2/ اکتوبر 1869 کو پور بندرا گجرات کے ایک تاجر کرمچند گاندھی کے گھر پیدا ہونے والا لڑکا بابائے قوم مہاتما گاندھی بن جائے گا ۔ والد کا نام کرمچند تھا اسی نسبت سے گاندھی کا نام بھی موہن داس کرمچند گاندھی پڑا ۔ والدہ پتلی بائی کرمچند گاندھی کی چار اولادیں ہوئیں جن میں موہن داس کرمچند گاندھی سب سے چھوٹے بیٹے تھے ۔ سب سے چھوٹے ہونے کی بدولت انہیں بہت لاڈ وپیار سب سے ملا لیکن اس لاڈ وپیار میں کبھی گاندھی بگڑے یا بھٹکے نہیں بلکہ ہمیشہ ہی نہایت فرمانبرادری،نیک نیتی اور دیانتداری کا ثبوت دیتے رہیں ۔ گاندھی اپنی ماں پتلی بائی سے متاثر تھے،یہ کہنا بجا ہوگا کہ انہی کی پرورش کی بدولت گاندھی اس دنیا میں مہاتما بن گئے ۔

نظام امن کے روح رواں ہے گاندھی وقار مادر ہندوستان ہے گاندھی

موہن داس کرمچند گاندھی عرف باپو صرف ہندوستان کی پہچان نہیں ہیں بلکہ یہ سارے عالم میں امن کے علمبردار کی پہچان ہیں ۔ ہندوستان کی سر زمین پہ کشمیر سے کنیا کماری تک اور عالمی سطح پر ہر ملک میں ان کا نام عزت احترام اور عقیدت سے لیا جاتا ہے ۔ جنہیں ہندوستان کا بابائے قوم کہا جاتا ہے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ مہاتما گاندھی نے ہندوستانیوں کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے ،اس غلامی کی زنجیروں میں جکڑی قوم کو ازادی کا سنہرے خواب کی تعبیر سے روشناس کروانے کےلیے کیا کیا قربانیاں دی ہیں ۔ اج دنیا میں گاندھی کی حق پرستی،عدم تشدد،اہنسا ،مسیحائی اور امن پسندی کی روش کو سارا عالم سلام کرتا ہے ۔ اج اہل مشرق کی سب سے بڑی طاقت اور پہچان یہی ہے،اج گاندھی کی ذات اور ان کی فکر و نظریات کو تمام عالم عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے،اور عقیدت سے پوجتا ہے اور یہی طریقہ اور روش پر سب کو چلنے کی تلقین کرتا ہے ۔

مارٹن Pilgrimage to Nonviolence جس کا اردو ترجمہ عدم تشدد کی زیارت ہو سکتا ہے میں رقم طراز ہیں کے لوتھر لنگ اپنی کتاب

"اگر ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے تو ہ میں جنگ اور تباہی کے متبادل بھی تلاش کرنے ہوں گے ...
ہمارے اگے بس دو ہی راستے ہیں ایک گاندھی کا بتایا راستہ عدم تشدد یا پھر اس کے بر عکس تباہی " .

مہاتما گاندھی کے فکر فلسفے اور نظریات کو دنیا کے کئی ممالک نے اپنایا اور انہیں کا میابی بھی ملی ۔ ماری ای کنگ مہاتما گاندھی کے متعلق رقم طراز ہیں "مہاتماگاندھی اللہ اہم جدوجہد کے قائد ہیں ،نسل پرستی،نو ابادیاتی نظام،ذات پات کے نظام،جمہوریت میں عوام کے حصے کےلیے ،معاشی استحصال،خواتین کی تحقیر،مذہبی اور نسلی فوقیت کے خلاف،سماجی اور سیاسی تبدیلیوں کے لئے ،عدم تشدد کے استعمال کے حق میں ... عوام گاندھی سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے ،جب تک دنیا سے تشدد ختم نہیں ہوگا ان کی افادیت باقی رہے گی" .

رالف والڈوایمرسن کا کہنا ہے کہ" عظیم قائدین وہ ہیں جو روحانیت کو مادی طاقتوں پر ترجیح دیتے ہیں ،اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نظریات ہی سے دنیا پر راج کیا جا سکتا ہے"یہ قول صد فیصد مہاتما گاندھی پر صادق اتا ہے ۔ موجودہ عہد میں گاندھی کے نظریات پر سارا عالم عمل پیرا ہونے کی کوشش کرر ہا ہے ۔ باپو کے نظریات گر سارے عالم میں عمل پیرا ہو جائیں تو ہر سو امن و اماں قائم ہو جائے گا،اور یہ دنیا گل و گلزار بن جائے گا ۔

مہاتما گاندھی کی شخصیت کو نا صرف عوام نے سراہا بلکہ خواص طبقہ میں بھی ان کی ہستی مہتاب کی مانند روشن ہیں ۔ گاندھی کی وفات کے ۱۷ سال گذر جانے کے باوجود ان کی شہرت و مقبولیت میں کوئی کمی نہیں ائی بلکہ روز بروز ان کی قدرو عظمت بڑھتی جا رہی ہیں ۔ ان کی شخصیت ہرکس و ناکس کے لئے ایک مثالی شخصیت ہیں ۔ مائیکل

نے گر کے مطابق "گاندھی کے نظریات متاثر کن،تضادات سے خالی،پُر زور،اور جدید ہیں ۔ ان میں وقت کے دھارے کے خلاف چلنے کی ہمت تھی . . . گاندھی کی تعلیمات کے تین بنیادی باتیں ،عدم تشدد یا اہنسا،سچائی پر مضبوطی سے جمے رہنا یا ستیہ اگرہ،انفرادی سیاسی حق رائے دہی یا سوراج ہیں " ۔ الغرض مہاتماگاندھی انے والی نسلوں کےلیے ایک مشعل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ان کے اصول و نظریات میں افاقیت ہیں ،گاندھی خود رقم طراز ہیں کہ میرے تمام امور بنی نوع انسان کے تئیں میری یگانیت سے مملو ہیں ، میں رشتہ داروں اور اجنبیوں کے مابین،ہم وطن اور غیر ملکیوں کے مابین،گورے اور کالوں کے مابین، کوئی امتیاز محسوس نہیں کرتا ۔گاندھی کی افاقی فکر نے رنگ نسل ذات برادری اور علاقائیت کے امتیازات سے اوپر اٹھ کر سوچا ۔ یہ مختصر الفاظ ہی گاندھی کے فلسفہ حیات کا مظہر ہیں اور اج ساری دنیا باپو کی ہمہ گیریت کی قائل ہیں گاندھی کی شخصیت پر میر تقی میر کا یہ مصرعہ صادق اتا ہے کہ(سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا)۔

مہاتما گاندھی عرف باپو (ڈاکٹر معظم علی خان)

اسی صدی کا ہے یہ واقعہ ہمارے یہاں
عصائے امن لئے اک فقیر ایا تھا
بنایا جس نے ہدف پیکر غلامی کو
کمان غیر تشددؔ سے تیر ایا تھا
وہ ایک شخص کہ جس کا لباس چادر تھا
وہ جس کو فاقوں سے رغبت تھی شوق غربت سے
وہ جس کا جسم امانت تھا اپنی دھرتی کی
وہ جس کی روح کو بس پیار تھا اخوت سے
وہ جس نے محلوں کی اسائشوں کو ٹھکرا کر
بس اک کٹیا کو مندر سمجھ کے اپنایا
تمام اہل وطن مثل بھائی بھائی ہیں
اچھوت کوئی نہیں ہے اسی نے بتلایا
وہ شخص کرب غلامی سے خوب واقف تھا
اسی کے ذہن میں ایا خیال ازادی
تھے ذلتوں کے اندھیرے بھی سامنے اس کے
اسی نے ہم کو دکھایا جمال ازادی
وہ چاہتا تھا کہ بھارت کی پاک دھرتی پر
ہر ایک سمت ہو سچائیوں کی ہریالی
ہمیشہ تازہ رہیں پھول بھائی چارے کے
زمین قلب و نظر پر ہو صرف خوشحالی
یہ سارا ملک زر و علم کا سمندر ہو
کہ جس میں جہل کی، غربت کی کشتیاں ڈوبیں
ہوں سطح اب پر اخلاص کے حسین موتی
تعصبات کی بد شکل سے یہاں ڈوبیں
نہ صرف یہ کے ملے دیش کو ہی ازادی
ہمارے فکر و عمل بھی ہوں ہر طرح ازاد
یہ اونچ نیچ کے قصےؔ،یہ ذات پات کا بھید
وہ جانتا تھا کہ کر دینگے ملک کو برباد
اُسے خبر تھی سجاتا ہے غازۂ محنت

عروس صنعت و حرفت کا خوشنما چہرہ
مگر تھا قلب و نظر کی فصیل پر ہر سوٗ
رقیب رنگ مشینوں کا بھی کڑا پہرہ
ملوں میں ریشم و کمخواب بُنتے والوں سے
نہ کوئی بیر تھا' اس کو نہ دشمنی کوئی
مگر غریبی و افلاس کا تقاضہ تھا
جو اس نے نعمت احساس دستکاری دی
عجیب وقت کی سازش تھی روشنی کے خلاف
سحر ہوئی تھی کہ سورج افق میں ڈوب گیا
شہید ہو کے وہ جان وطن ہوا رخصت
ہوس شعار سیاست سے وہ بھی ادب گیا
پھر اس کے بعد بھی یہ سلسلہ رہا جاری
مزاج جبر وتشددّ نے تیر بر سائے
گلاب ِ امن اگر شاخ ہند پر مہکا
تو لوگ اس کی ہی خوشبو کو قتل کر ائے
اداس حسن عمل کا ہے راستہ بے حد
ہر ایک گام پہ ڈیرا ہے خود پر ستی کا
مگریہ سوچ کے ہم کیوں تھکن قبول کریں
عروج پر ہے ستارہ جہاں پستی کا
نصیحتوں کے وہ موتی ہیں اپنا سرمایہ
ہماری گردن ہمت پہ جن کی ملا ہے
ترقیات کے میدانِ کار زار میں اب
ہماری قوتِ بازو کا بول بالا ہے
ہماری منزلِ مقصودہم سے دور نہیں
ہمارے راستے روشن ہیں نور محنت سے
سکونِابلہء پا کے واسطے اب تو
خراج لینا ہے خود ہم کو اپنی ہمت سے
جوان تر ہے قیادت نئے عزائم کی
ستارۂ رُخ فردا ہے اج تابندہ
ہمارے راہنما ےان وقت کی کاوش
نہ ہونے دے گی انائے وطن کو شرمندہ
وطن کی عظمتِ سرحد کے واسطے بے شک
ہر ایک دشمن خود سر کا سر جھکانا ہے
وطن کی گود سے جان عزیز کی سوگند
نشان غربت و افلاس کو مٹانا ہے